ادارہ

فورٹ ولیم کالج کا اُردو ترجمۂ قرآن

لارڈ ولزلی گورنر جنرل (۱۷۹۸ء-۱۸۰۵ء) نے فورٹ ولیم کالج کے قیام کا فیصلہ اگرچہ ۱۰ جولائی ۱۸۰۰ء کو کیا، مگر مؤثر بہ ماضی فیصلے کے تحت کالج کا یومِ تاسیس ۲۴ مئی ۱۸۰۰ء تصوّر کیا گیا، کیوں کہ ایک سال پہلے اُس روز سلطان ٹیپو کے دارالحکومت سرنگاپٹم پر کمپنی کا قبضہ ہوا تھا۔ نوآبادیاتی تاریخ کے اس اہم تعلیمی و تربیتی ادارے کی تاریخ، کارناموں اور اِس سے وابستہ افراد کے بارے میں انگریزی اور اُردو میں متعدّد کتابیں اور مقالات سامنے آ چکے ہیں[1]، اور تحقیق و تفحص کا یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔ لکھنے والوں نے کالج کو بالعموم سرکاری اہل کاروں کے لیے قائم شدہ تربیتی ادارے کے طور پر دیکھا ہے، یا اس کا مطالعہ اُردو زبان و ادب کی ترقی و اشاعت کے مرکز کی حیثیت سے کیا ہے۔ کالج کے بانیوں کی تبشیری دلچسپیوں اور ولیم کیری (۱۷۶۱ء-۱۸۳۴ء) جیسے مسیحی مناد کی کالج سے وابستگی کا تقاضا ہے کہ اشاعت و ترویج مسیحیّت اور مسلم-مسیحی تعلقات کے حوالے سے بھی فورٹ ولیم کالج کا جائزہ لیا جائے[2]۔

فورٹ ولیم کالج نے زیرِ تربیّت نوآبادیاتی اہل کاروں کی مذہبی تربیّت کا کتنا اہتمام کیا؟ اس سوال کے جواب سے قطع نظر یہ بات تو سب ہی لکھنے والوں نے بیان کی ہے کہ کالج، نے "کتاب مقدّس" کے فارسی اور اُردو تراجم میں حصّہ لیا[3]۔ سیّد محمد مؤلف "اربابِ نثرِ اُردو" کی رائے تو یہ ہے کہ فورٹ ولیم کالج کے مرزا محمد فطرت کے اردو ترجمہ کے بعد متعدّد ترمیم شدہ تراجم کیے گئے[4]، اور

> آج کل "عہد جدید" کے جو نسخے رائج ہیں، ان میں بعض الفاظ ردّوبدل ہوئے ہیں، مگر ترتیب عبارت فطرت ہی کی ہے---فطرت کا طرزِ بیان سادہ اور زبان سنجیدہ ہے۔

"کتاب مقدّس" کے ترجمے کے ساتھ فورٹ ولیم کالج کے روحِ رواں ڈاکٹر جان گل کرسٹ نے قرآن مجید کو بھی اُردو میں منتقل کرایا[5]۔ ۱۸۰۴ء میں جب وہ کالج سے الگ ہوا تو قرآن مجید کا ترجمہ مکمل تھا اور اس کی طباعت کا کام شروع ہو چکا تھا۔ فورٹ ولیم کالج کے کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵۶ صفحات چھپ چکے تھے[6]۔ بعد ازاں گورنر جنرل باجلاس کونسل نے ترجمۂ قرآن کو قابلِ اعتراض سمجھتے ہوئے نہ صرف اس کی طباعت رکوادی، بلکہ جان گل کرسٹ کے برطانیہ چلے جانے کے بعد اُن کے جُملہ معاملات کے مختار ڈاکٹر ہنٹر کو سیکرٹری کالج کونسل نے ہدایت کی کہ ترجمۂ قرآن کے جو اجزاء چھپ چکے ہیں[7]---

اِن کے تمام مطبوعہ نسخے سیکریٹری گورنمنٹ کے حوالے کر دیجیے اور ساتھ ہی یہ اقرار نامہ بھی داخل کیجیے کہ آپ نے، یا ناشر نے اِس کا کوئی نسخہ اپنے پاس نہیں رکھا ہے۔

جان گل کرسٹ کی خواہش پر کیے گئے ترجمۂ قرآن کی کیفیت کاظم علی جوان کی حسبِ ذیل تحریر سے معلوم ہوتی ہے جو بطور "دیباچہ" لکھی گئی تھی [۸]۔

--- رمضان کی نویں تاریخ سن بارہ سے انیس ہجری [مطابق ۲۲ دسمبر ۱۸۰۴ء] --- قرآن شریف کا ترجمہ زبان ریختہ میں تمام ہوا۔ شروع اِس کی حسب الحکم صاحب عالی شان جان گل کرسٹ صاحب دام اقبالہ کے ذی الحج میں کہ سن بارہ سے سترہ تھے، ہوئی تھی۔ مولوی امانت اللہ صاحب اور مولوی بہادر علی صاحب میر منشی، اور احقر [کاظم علی جوان] ترجمے اور محاورے کے لیے مقرر تھے۔ بعد چندے مولوی فضل اللہ صاحب کو بھی ارشاد ہوا [کہ] تم بھی شریک ہو کہ بدون دو مولویوں کے یہ امرِ عظیم ترجمے کا بہ خوبی سرانجام نہ ہوسکے گا۔ چنانچہ نام اُن کا شروع میں مندرج ہے۔ پانچ چھ سپارے جب ترجمہ ہوئے ایسی کچھ نزع لفظی ان دونوں [مولوی] صاحبوں کے درمیان آئی کہ اُن میں سے مولوی فضل اللہ رہے اور دوسرے صاحب کے عوض حافظ غوث علی صاحب مقرر ہوئے۔ پہلے دونوں صاحب بہ دستور ترجمہ کرتے تھے، جب [گل کرسٹ] صاحب ممدوح ذی قعدہ کی دسویں تاریخ سن بارہ سے انیس [مطابق فروری ۱۸۰۵ء] میں ولایت کو تشریف لے گئے اور اصالتاً مدرسی کپتان ماوٹ صاحب دام حشمتہ کو حضور پُر نور [ولزلی] سے مقرر ہوئی۔ اسی طور سے موافق اُن کے ارشاد کے کام ترجمے کا جاری رہا۔ چنانچہ اِسی عرصے میں اکیس سپارے ہوئے کہ صاحب عالی شان [کپتان ماوٹ] نے بندے کو فرمایا [کہ] مولویوں میں سے ایک مولوی ترجمہ کرے اور تو ہی محاورے کی درستی میں رہ۔ قبول کر کے مولوی فضل اللہ صاحب ترجمہ کرتے رہے، میں محاورہ کرتا رہا۔ اب حق سبحانہ تعالیٰ کے تفضلات سے وہ کام اختتام کو پہنچایا۔ مگر نظرِ ثانی باقی ہے، جس طرح ارشاد ہوگا عمل میں آوے گا۔ لیکن وے لوگ جو ہمیشہ تصنیف و تالیف اور ترجمہ کرتے ہیں اُن کی خدمت میں التماس ہے کہ مہربانی سے نگاہ کریں۔ قرآن شریف کہ کلام الٰہی ہے اور فصاحت و بلاغت ایسی کہ چشم و گوش فلک نے بھی نہ دیکھی نہ سُنی اور جس عصر میں کہ اِس کا نزول ہوا ہے، کیسے کیسے اہلِ فصاحت عربستان میں تھے، اِس کی عبارت جو سراسر صفتوں سے بھری ہے اور تمام مسجع و مقفا ہے، نگاہ کر کے حیران تھے الحق کہ کہاں کلام خالق کا، اور کہاں زبان مخلوق کی۔ پس جو جو صنایع و بدایع اُس میں ہیں من و عن اس کا ترجمہ کس سے ہو سکتا، مگر فارسی کے ترجمے اور تفسیروں سے جس لفظ کے جو معنی مترجموں اور مفسّروں نے لکھے ہیں۔ زبانِ ریختہ میں اُن کے موافق لکھنے میں آیا ہے۔ تفسیر بیضاوی اور مدارک و جلالین یے [کذا] تین عربی تفسیریں، بحر موّاج اور تفسیر حسینی کہ یے دو فارسی ہیں، اُن سے ترجمہ کیا ہے۔ جہاں کہیں جو کچھ

اختلاف [کوئی] سمجھے ان پانچوں تفسیروں کو دیکھ لے۔ ایک نہ ایک میں موافق پائی جائے گی۔ اور کہیں کہیں جو الفاظ ماضی و حال و استقبال کے ہیں، اور مفسّروں نے ماضی کو حال اور حال کو استقبال کیا ہے، یہاں بھی اُسی طریق کی پیروی ہوئی ہے۔ مگر جہاں کہیں زمانے کی مطابقت سے ہندی عبارت کے مطلب میں خلاف نظر آیا۔ چار و ناچار بہ طور محاورے کے رہنے دیا۔ اور اگرچہ لفظ کے ترجمے کی رعایت سراسر رکھی ہے۔ پر کہیں کہیں اصل مطلب لیا ہے، کیوں کہ لفظ کی متابعت سے معنوں کا فوت ہونا قباحت عظیم ہے۔ اس لیے اُسی بات کو ترجیح دی۔ بہر نوع مطلب نہیں چھوڑا، اسی لیے محاورے کو چند ان دخل نہیں دیا کیوں کہ عبارت کا داب [کذا] روزمرے کی بول چال سے اور ہے۔ حروف مقطعات کا ترجمہ جو بالاتفاق نہ پایا نہ کیا۔ اور مفعول مطلق ہندی میں شاذ و نادر ہی کہیں رہ سکا تو رکھا۔ والّا نہ پایا [تو] چھوڑ دیا۔ یا لفظ تاکید زیادہ کیا کہ اُسی سے تاکید فرض ہے۔ اور عربی میں التفات بہت سا ہے۔ اور ہندی میں کم، لیکن وہ قاعدہ رہنے دیا کہ بہت تکرار ہے۔ واؤ عاطفہ اور حرف "ف" اور وہ الفاظ کہ معنی میں تحقیق کے آتے ہیں قرآن شریف میں بہت ہیں، اور زبان عربی میں بہت فصاحت رکھتے ہیں۔ ہندی میں گو کہ ان کی کثرت محاورے کی رو سے اس قدر نہیں، لیکن ترک کرنا ان کا جائز نہ دیکھا۔ اس سبب سے جس طرح جملے میں جس قدر آئے ترجمہ کیا۔ اور کلام اللہ قلیل العبارت اور کثیر المعنی ہے۔ جتنے اہلِ اسلام کے فرقے ہیں سب کے دین و ایمان کی بنا اُسی سے ہے۔ اجتہاد کر کے ہر ایک اپنا اصل اصول یہیں سے درست کرتا ہے اور شانِ نزول ہر آیت کی ہے۔ اگر لکھنے میں آتی تو بہت طویل ہو جاتی۔ اگرچہ بعض جگہ چاہا تھا کہ کچھ بیان کیجیے۔ پہلے جس صاحب ممدوح [گل کرسٹ] کی فرمائش تھی۔ انھوں نے ارشاد کیا تھا کہ ترجمہ کلام اللہ کا اگرچہ ہندی زبان میں ہے، ہند کے لوگ بہ خوبی سمجھیں گے۔ تاہم جب تلک معلومات بہ وجوہ احسن نہ ہوگی کیوں کر مطلب کو پہنچیں گے۔ ہر ایک غبی کو کب یہ استعداد ہے کہ کتاب کی عبارت کا بیان، گو کہ اُسی کی زبان میں ہو، کر سکے۔ یہ اہلِ فہم و ذکا کے لیے ہے، کہ اگر آپ کما حقہ نہ سمجھ سکے، کسی صاحب استعداد سے دریافت کر لے۔ یقین ہے کہ سچ سچ کتابیں کہ اس عصر میں عربی و فارسی سے ہندی ہوئیں ہیں، اور اُن کے مطلب جس طرح چاہیے ہر ایک بیان نہیں کر سکتا، یہ تو کلام اللہ کا ترجمہ ہے، اس کو ہر ایک اس طرح کیوں کر سمجھے کہ محتاج کسی استاد کے پوچھنے کا نہ ہوگا۔ جہاں کہیں کہ عالم فاضل جس عبارت کو بہ خوبی سمجھتے ہیں اور جنھوں کو استعداد کم ہے وے اس کی دریافت سے عاجز ہیں۔ اُن کی آسانی کے لیے بہ طور حاشیہ کے ایک خط عرضی کر کے مطلب کو بڑھا دیا ہے تا اس نشان سے معلوم ہو کہ یہ ترجمے سے جو زیادہ ہے، ہندی زبان کے ربط کے لیے بڑھا دیا ہے۔ پر یہ اپنی طرف سے تصرف نہیں کیا، [بلکہ] تفسیروں کی رُو سے ہے۔ اور شروع ترجمے میں خلقت نے اس بات میں بہت سی شورش کی تھی کہ بنا اس ترجمے کی جو ہوتی ہے۔ نہایت دین و آئین سے برخلاف ہے، کہ قرآن شریف کا ترجمہ ہندی زبان میں ہوتا ہے۔ آخرش جو اہلِ فہم و

فراست تھے انھوں نے جواب دیا کہ اگر فارسی ترجمہ ہوا ہے تو ہندی میں کیا کفر ہے۔ غرض فضلِ الٰہی سے وہ آغاز انجام کو پہنچا مگر پہلے اصلاح مشورت بہت سی ہوئی کہ ایک صفحے پر کلام اللہ لکھا جائے اور اس کے مقابل دوسرے صفحے پر یہ ترجمہ ثبت ہو۔ مگر صحت اعراب کے لیے یہ امر موقوف رکھا کہ ہر گاہ کتابت میں باوجود ہزاروں مقابلوں کے غلطی اعراب کی رہتی ہے۔ اس کا تو منظور چھاپا ہے، کیوں کر غلطی نہ رہے گی----

کاظم علی جوان نے یہ خاتمہ موافق ارشاد صاحب ممدوح [گل کرسٹ] کے لکھا ہے، اور جو کچھ آغاز سے انجام تلک حقیقت گزری وے سب اِس میں مندرج ہے۔

فورٹ ولیم کالج سے وابستہ منشیوں کے ترجمۂ قرآن کے جو ۵۶ صفحات چھپ گئے تھے، یہ قرآن کے کس حصّے کا ترجمہ تھے؟ محمد عتیق صدیقی نے اس پہلو پر کچھ نہیں لکھا، تاہم اُن کے پیش رو سیّد محمد نے لکھا کہ[۹] "حسنِ اتفاق سے مولوی امانت اللہ کے ترجمہ کو جو سورۂ فیل سے آخر قرآن مجید تک ہے، اشاعت کا موقع مل گیا۔" مگر سیّد محمد نے مطبوعہ نسخے سے ترجمۂ قرآن کا جو نمونہ نقل کیا ہے، وہ قرآن مجید کی آخری دس سورتوں میں سے کسی کا ترجمہ ہونے کے بجائے سورہ ھود کی آیات ٦ تا ١١ کا ترجمہ ہے[۱۰]۔ اس لیے سیّد محمد کی اطلاع مشکوک ہو جاتی ہے۔

محمد عتیق صدیقی نے نصیر الدین ہاشمی کی روایت پر مبنی یہ اطلاع دی ہے کہ "اس ترجمے کا ایک مخطوطہ سالار جنگ میوزیم حیدر آباد، دکن میں محفوظ ہے۔" اسی مخطوطے سے "جائزہ تراجمِ قرآنی" کے مرتّبین نے سورۂ فاتحہ کا حسبِ ذیل ترجمہ بطور نمونہ نقل کیا ہے"[۱۲]۔

> ہر ایک حمد خدا کے لیے ہے کہ وہ مالک سب کا بخشنے ہارا، روزی دینے والا خداوند روزِ قیامت کا ہے، ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ دکھا ہم کو راہ سیدھی، اُن کی راہ کہ جن کو تو نے نعمت دی، نہ اُن کی جن پر غضب کیا گیا ہے اور نہ گمراہوں کی۔

حواشی

۱۔ فورٹ ولیم کالج سے وابستہ اہلِ قلم پر فرداً فرداً تحقیقی کام کے علاوہ بحیثیت مجموعی کالج اور اس کی خدمات کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے، اس میں حسبِ ذیل تحریریں اہم ہیں۔

* Buchanan, C., College of Fort William of Bengal, London: T. Cadell and W. Davies (1805)
* Roebuck, Thomas., Annals of the Collage of Fort William, Calcutta: Hindoostanee Press (1819)
* Ranking, G. S. A., "History of the College of Fort William, "Bengal

Past and Present, VII(January 1911), pp. 1-29.
* Prakash, C., "Establishment of the College of Fort William," Calcutta Review46 (June 1934), pp. 160-171.

* محمد یحیٰی تنہا، سیر المصنّفین لاہور: شیخ مبارک علی تاجر کتب (۱۹۴۸ء)، حصّہ اوّل - پہلی اشاعت ۱۹۲۴ء میں سامنے آئی تھی۔

*سیّد محمد بی - اے (عثمانیہ)، اربابِ نثر اردو، حیدر آباد دکن: مکتبہ ابراہیمیہ (۱۹۲۷ء)

* محمد عتیق صدیقی، گل کرسٹ اور اس کا عہد، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند (طبع دوم: ۱۹۷۹ء) - پہلی اشاعت ۱۹۶۰ء میں ہوئی۔

* Copf, David, British Orientalism and the Bengal Renaissance: The Dynamics of Indian Modernization 1733-1835, Berkeley: University of California Press (1969)

*عبیدہ بیگم، فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات، لکھنؤ: نصرت پبلشرز (۱۹۸۳ء)

* وقار عظیم، فورٹ ولیم کالج: تحریک اور تاریخ [ترتیب و تدوین سیّد معین الرحمٰن]، لاہور: یونیورسل بکس (۱۹۸۶ء)

* سمیع اللہ، انیسویں صدی میں اُردو کے تصنیفی ادارے، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس (۱۹۸۸ء)، فورٹ ولیم کالج: ایک مطالعہ، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس (۱۹۸۹ء)

۲- دیکھیے: نجم الاسلام، فورٹ ولیم کالج (کچھ قابلِ ذکر ماخذ، کچھ معلومات)، نقوش (لاہور)، دسمبر ۱۹۸۶ء، ص ۹-۱۷

۳- کتابِ مقدّس کے اُردو تراجم کے لیے دیکھیے: آغا افتخار حسین، یورپ میں اُردو، لاہور: مرکزی اُردو بورڈ (۱۹۶۸ء)، ص ۴۷-۴۹

۴- سیّد محمد بی - اے (عثمانیہ)، حوالہ مذکورہ، ص ۲۵۹

۵- قرآن مجید کے ترجمے کے بارے میں سیّد محمد کی معلومات درست نہ تھیں۔ اُنھوں نے اسے نامکمل قرار دیا ہے۔ حوالہ مذکورہ، ص ۱۱۶

۶- محمد عتیق صدیقی، حوالہ مذکورہ، ص ۱۵۶

۷- ایضاً، ص ۱۵۷

۸- ایضاً، ص ۲۰۱-۲۰۳

۹- سیّد محمد بی - اے (عثمانیہ)، حوالہ مذکورہ، ص ۱۴۵

۱۰- ایضاً، ص ۱۴۵-۱۴۶

۱۱- محمد عتیق صدیقی، حوالہ مذکورہ، ص ۱۵۷

۱۲- محمد سالم قاسمی، سیّد عبدالرؤف عالی، سیّد محبوب رضوی، (مرتّبین)، جائزہ تراجم قرآنی، دیو بند: مجلس معارف القرآن دارالعلوم دیو بند (۱۹۶۸ء)، ص ۲۴